بموقع: تحفظ سنت کانفرنس

زیر اہتمام: جمعیت علماء ہند

# حضرت امام ابوحنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت

از

## حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند


شائع کردہ:

جمعیۃ علماء ہند بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی

Www.Ahlehaq.Com

# حضرت امام ابو حنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت

از

حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

☆

شائع کردہ

شعبہ نشر و اشاعت جمعیۃ علماء ہند۔ ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی۔ ۲

کمپوزنگ کتابت: دیوبند کمپیوٹر اینڈ پرنٹرس دیوبند

Www.Ahlehaq.Com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدِ المرسلین وعلی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین اما بعد!

امام اعظم رحمہ اللہ ائمہ مجتہدین کے سرخیل ہیں، اور اس عظیم المرتبت جماعت کے سب سے نمایاں فرد ہیں جن کی ثقاہت، عدالت اور امامت پر امت کا اجماع ہے اور اجماع کے ثبوت کے جتنے بھی طریقے ہیں، ان میں ہر طریقے سے ان کی عدالت وفقاہت پر اجماع ثابت ہو چکا ہے، لیکن اس کے خلاف بعض لوگوں کی جانب سے اب بھی امام اعظم کی طرف ارجاء کی نسبت کی جارہی ہے، اس کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے ایمان کے بارے میں فقہاء ومحدثین ائمہ اور اسلامی فرقوں کے مذاہب کا بیان ضروری ہے۔

Www.Ahlehaq.Com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مسلمانوں میں مذہبی اختلاف کی ابتداء

نبی علیہ السلام، اور اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، برابر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے، جو شخص بھی ان تمام باتوں پر جسے نبی علیہ السلام اللہ کی طرف سے لائے، ایمان لاتا اور مانتا، اور ان کی اطاعت کا اقرار کرتا، اس پر اسلامی احکام جاری کرتے، اور دنیاوی احکام میں اسی پر اکتفاء کیا جاتا رہا، یہاں تک کہ مسلمانوں میں فتنہ پیدا ہوا، اور اس فتنے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، اور اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، اور جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا، اس کے بعد جنگ صفین کا معرکہ پیش آیا، اس جنگ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء نے قرآن کو نیزوں پر بلند کیا جس میں اس بات کا اشارہ تھا کہ قرآن کو حکم مان لیا جائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ یہ ایک جنگی چال ہے، اس لیے ہم کو جنگ جاری رکھنی چاہیے، اور لڑائی پر اصرار کرتے رہے، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے چند آدمیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو تحکیم کے تسلیم کرنے پر مجبور کردیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چار و نا چار اس کو تسلیم کیا۔ پھر مصالحت کے لیے دو ثالث مقرر ہوئے، مگر سخت حیرت کی بات ہے کہ جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحکیم کے قبول کرنے پر مجبور کیا، وہی لوگ اپنے خیالات سے منحرف ہوگیے اور تحکیم کو ایک جرم اور گناہ قرار دینے لگے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کرنے لگے کہ ہم نے تحکیم کو قبول کرکے کفر کا ارتکاب کیا، ہم اس سے تائب ہوتے ہیں، آپ بھی اپنے کفر کا اقرار کرکے توبہ کا اعلان کریں۔ اور ان لوگوں کے ساتھ ایک بڑی جماعت مل گئی اور اس جماعت نے "إن الحكم إلا لله" کو اپنا شعار بنایا، اور

Www.Ahlehaq.Com

انہوں نے حضرت علی کے خلاف لڑائی کا آغاز کیا، جو تاریخ میں خوارج کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ اسی فرقے نے سب سے پہلے اس مسئلہ ایمان کو اٹھایا، اور کہا کہ: جتنے لوگ اس فتنے میں ملوث ہوئے وہ سب کے سب کافر ہیں۔

قال الحافظ ابن عبد الهادی الحنبلی:

أول خلاف حدث في الملّة في الفاسق العملي، هل هو كافر أو مؤمن؟ فقالت الخوارج: إنه كافر، وقالت الجماعة: مؤمن، وقالت الطائفة المعتزلة: هو لا مؤمن ولا كافر۔ (لوائح الانوار لابن السفارینی)

مسلمانوں میں جو اختلاف سب سے پہلے رونما ہوا وہ عملاً فاسق کے بارے میں تھا کہ وہ مومن ہے یا کافر، خوارج کہنے لگے کہ کافر ہے، اور تمام اہل سنت والجماعت نے کہا کہ وہ مومن ہے، اور معتزلہ کہنے لگے کہ نہ وہ مومن ہے اور نہ ہی کافر۔

## خوارج کے عقائد

خوارج، ہر گناہ گار کو کافر سمجھتے تھے۔ چاہے اس نے اس گناہ کو ارادۂ گناہ سے کیا ہو، یا غلط فہمی اور خطاءِ اجتہادی کی بنیاد پر۔ اسی لیے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو۔ معاذ اللہ۔ کافر سمجھتے تھے، حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود تحکیم کے لیے تیار نہیں تھے، انہیں لوگوں نے ان کو مجبور کیا تھا، بالفرض اگر تحکیم درست نہیں تھی، تو زیادہ سے زیادہ یہی تو کہا جا سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ اجتہادی غلطی سرزد ہوئی، ان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر پر اصرار تو یہی بتلا رہا ہے کہ وہ لوگ اجتہادی خطاء کو بھی، دین سے خارج ہونے کا سبب جانتے تھے، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ کو کافر کہتے ہیں، جب کہ ان خارجیوں کو ان حضرات سے جن جزوی باتوں میں اختلاف تھا، اگر بالفرض ان کی رائے صحیح بھی مان لی جائے تو زیادہ سے زیادہ ان حضرات کی یہ خطاء اجتہادی ہوگی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کی تردید کے لیے، قرآن سے استدلال کے بجائے، اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا، تا کہ ان کے سطحی

ذہن کیلیے کوئی تاویل کی گنجائش نہ رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ زانی کو سنگ سار کیا، پھر جنازے کی نماز پڑھائی، اس کے اہل خانہ کو اس کا وارث تسلیم کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کو قتل کے جرم میں قتل کیا لیکن اس کے اعزہ کو میراث سے محروم نہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کے ہاتھ کٹوائے، اور غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے لگوائے، مگر دونوں کو مال غنیمت سے حصہ بھی دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ گاروں کے مابین اللہ کا حکم قائم کیا۔ لیکن اسلام نے مسلمانوں کو جو حصہ دیا ہے۔ اس سے محروم نہیں رکھا۔

## معتزلہ کا ظہور

اگر چہ تحکیم کے بعد خوارج نے مرتکب کبائر کی تکفیر کی جس سے اس وقت اس مسئلے کا چرچہ ہوا، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تردید اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی تائید سے، کچھ دنوں کے لیے یہ مسئلہ دب گیا، مگر بالکلیہ ختم نہیں ہوا، بلکہ بعد میں کسی نہ کسی نوع سے یہ مسئلہ اٹھتا رہا، اور جب معتزلہ کا ظہور ہوا، تو پھر اس مسئلے میں تیزی پیدا ہوئی، حسن بصریؒ کے حلقۂ درس میں، واصل بن عطاء نامی ایک شخص حاضر ہوا کرتا تھا۔ اس زمانہ میں یہ مسئلہ اٹھا۔ واصل نے حسن بصریؒ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ: گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ مسلمان ہے۔ اور نہ کافر ہے۔ بلکہ ایمان وکفر کی درمیانی منزل میں ہے، اس کے بعد اس نے حسن بصریؒ کے حلقہ درس سے علیحدگی اختیار کرکے، اسی مسجد میں اپنا الگ حلقہ قائم کرلیا، شہرستانی اس کے قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: واصل کہتا تھا کہ ایمان جملہ اعمال خیر کا نام ہے۔ جب کسی شخص میں یہ چیزیں موجود ہوں گی، تب وہ مومن ہوگا، فاسق میں یہ تمام خصال خیر جمع نہیں ہوسکتیں اس لیے اس کو مومن نہیں کہا جائے گا، مگر علی الاطلاق کافر بھی نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ وہ کلمۂ شہادت کا قائل ہے، اور دوسرے اعمال خیر بھی اس میں موجود ہیں۔ مگر ایسا شخص اگر توبہ کیے بغیر انتقال کرتا ہے تو وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ہوگا کیوں کہ آخرت میں دو ہی فریق ہوں گے، جنتی اور جہنمی۔

www.Ahlehaq.com

## فرقہ مرجئہ

جب دوبارہ گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے ایمان کا مسئلہ چھڑا، تو خوارج جو پہلے ہی سے ایسے لوگوں کو کافر کہتے تھے اور معتزلہ جو ان سے ایمان کی نفی کر کے ایمان و کفر کے درمیان ایک درجہ ثابت کرنے لگے تھے معتزلہ اور خوارج کے برعکس مرجیہ کا ظہور ہوا جس نے اس بات کو شہرت دی کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ سے کچھ ضرر لاحق نہیں ہوتا ہے۔ جس طرح کفر کی موجودگی میں طاعات اور عبادات بے اثر ہیں۔ اور دعویٰ کرنے لگے کہ ایمان نام تصدیق اور اقرار کا ہے اعتقاد و معرفت کا ہے اور اس ایمان کی موجودگی میں کوئی معصیت ضرر رساں نہیں ہے۔ ایمان و عمل کے رابطے کی بابت کہنے لگے، کہ اعمال کو جنت و جہنم کے دخول میں سے کوئی علاقہ اور واسطہ نہیں ہے۔

## اہل سنت والجماعت

تمام اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ آدمی کو گناہ سے ضرر و نقصان تو ہوتا ہے مگر اللہ چاہے تو اس پر رحم کرتے ہوئے معاف کر دے، اور بلا سزا کے جنت میں داخل کر دے۔ اور چاہے تو شفاعت و شفارش کے ذریعے مغفرت فرمادے، یا اس عمل کے برابر سزا دے کر جنت میں داخل کرے، لیکن ایسا شخص ہمیشہ کے لیے جہنمی ہو جائے ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ کسی گناہ کے ارتکاب سے کوئی مسلمان، کافر اور ایمان سے خارج نہیں ہوتا ہے۔

امام نوویؒ شرح مسلم میں تحریر کرتے ہیں۔

قال النووی : اعلم أن مذهب أهل السنة وماعليه أهل الحق من السلف والخلف أنّ من مات على التوحيد، دخل الجنة قطعاً على كل حال، فإن كان سالماً من المعاصي، والمجنون الذي اتصل جنونه بالبلوغ، والتائب ولتوبة صحيحة من الشرك أوغيره من المعاصي إذا لم يحدث معصية بعد توبته والموفق الذي لم يبتل بمعصية أصلاً۔ فكل هذا يدخلون الجنة ولا يدخلون

النار اصلاً۔ وأما من كانت له معصية كبيرة ومات من غير توبة فهو فى مشيئة الله، فإن شاء عفاعنه وأدخله الجنة أولاوجعله كالقسم الأول، وإن شاء عذبه بالقدرالذى يريده سبحانه، ثم يدخله الجنة فلا يخلدفى النارأحدمات على التوحيدولوعمل المعاصى ما عمل كما أنه لايدخل الجنة أحد مات على الكفرولوعمل من أعمال البرماعمل هذا مختصر جامع لمذهب اهل الحق فى هذه المسئلة (۱ / ۴۱)

امام نووی شرح مسلم میں تحریر کرتے ہیں: جان لو کہ اہل السنت والجماعۃ اور اہل حق سلف وخلف ہر ایک کا یہی مذہب ہے کہ جو ایمان پر مرا بہ صورت صورت لازمی طور سے جنت میں جائے گا (جس کی تفصیل یہ ہے کہ) اگر ایسا شخص ہر طرح کے گناہ سے محفوظ ہوا یا دیوانہ و پاگل ہے جس کا جنون بلوغ ہی سے شروع ہوگیا یا کفر شرک اور دیگر ہر طرح کے معاصی سے توبہ کرلیا اور توبہ کے بعد کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا یا ایسا باتوفیق جس نے کبھی گناہ ہی نہیں کیا ان قسموں سے ہر قسم کے لوگ بلا عذاب جنت میں داخل ہوں گے، اور جس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا اور بغیر توبہ کے مرگیا تو وہ خدا کے اختیار میں ہے چاہے تو اس کو معاف کرکے بلا عذاب جنت میں داخل کردے اور اس کو قسم اول کے لوگوں میں بنادے یا جس قدر چاہے عذاب دے کر جنت میں داخل کرلے بہرحال جس کا انتقال ایمان پر ہوا ہو ہمیشہ ہمیش جہنم میں نہیں رہے گا چاہے جس قسم کے معاصی کا ارتکاب کیے ہوئے ہو اسی طرح جس کا کفر پر انتقال ہوا وہ جنت میں نہیں داخل ہوسکتا ہے چاہے جیسا اور جس قدر بھی نیک عمل کررکھا ہو اس مسئلہ میں اہل کا حق کا مختصر جامع مذہب ہے۔

اس عبارت میں تمام اہل حق کا مذہب یہی بتایا گیا ہے، کہ مسلمان گناہ گار جس طرح کا بھی گناہ کیے ہو ایک نہ ایک دن ضرور جنت میں داخل ہوگا، اور ہمیشہ ہمیش جہنم میں نہیں رہ سکتا ہے ایسے لوگوں کے بارے میں خدا چاہے تو ان کو معاف کرکے بلا

عذاب جنت میں داخل کردے، اور اگر چاہے تو اپنی مرضی کے مطابق سزا دے کر جنت میں داخل کرے۔

لوائح الانوار البہیۃ میں ارتکاب المومن کبیرۃ غیر مکفرۃ بلا استحلال ویموت بلا توبۃ" (یعنی کفر کے سوا کبیرہ گناہوں کا کرنے والا بشرطیکہ اس کو حلال نہ سمجھتا ہو اور وہ بلا توبہ کے مرجائے) کا ایک عنوان ہے

اس عنوان کے تحت علامہ سفارینی لکھتے ہیں:

قداختلف الناس في حكمه فأهل السنة لايقطعون له بالعقوبة ولا بالعفو بل هو في مشية الله وإنمايقطعون بعدم الخلود في النار۔

اس قسم کے لوگوں کے بارے میں اختلاف ہے۔ اہل سنت ایسے شخص کے بارے میں نہ تو قطعی طور پر سزا کی بات کہتے ہین اور نہ قطعی طور پر اس کے معافی کی بلکہ اس کو خدا کی مشیت کے حوالے کرتے ہیں (چاہے سزا دے چاہے معاف کردے) قطعی حکم تو اس بات کا لگاتے ہیں کہ ایسا شخص ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ یعنی کسی خاص گناہ گار آدمی کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا کہ اس گناہ گار کو لازمی طور سے عذاب ہوگا یا لازمی طور سے معافی ہوگی۔

اسی طرح کی بات نہایت صراحت ووضاحت کے ساتھ امام ابوحنیفہ سے بھی منقول ہے۔

فقہ اکبر میں ہے:

"وماكان من السيئات دون الشرك ولم يتب عنهاحتى مات مومنا فإنه في مشية الله إن شاء عذبه وإن شاء عفا عنه ولم يعذبه بالنار أبدا"

جس مسلمان نے شرک کے سوا دوسرے گناہ کیے اور اس سے توبہ نہیں کیا مگر ایمان پر مرا تو ایسا شخص خدا کی مشیت کے تحت ہے چاہے تو اس کو عذاب دے چاہے تو اس کو معاف کردے لیکن اس کو جہنم میں ہمیشگی کا عذاب نہیں دے گا

امام ابوحنیفہ نے عثمان بتی کے خط کے جواب میں تحریر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

Www.Ahlehaq.Com

" ومن إصاب الايمان وضيع شئيا من الفرائض كان مومنا مذنباً و كان لله فيه المشية إن شاء عذبه وإن شاء غفرله فإن عذبه على تضييعه شيئاً فعلى ذنب يعذبه و إن غفرله فذنبا يغفره "

یعنی جسے ایمان کی دولت حاصل ہے اور فرائض کی ادائیگی میں کچھ کوتاہی کیا ہے تو وہ گناہ گار مسلمان ہوگا اور خدا کی مشیت کے تحت ہوگا چاہے تو اس کو عذاب دے اور چاہے تو اس کو معاف کردے اگر اس کو کسی کوتاہی پر عذاب دے گا تو گناہ پر عذاب دیا اور اگر اس کو معاف کردے تو گناہ کو معاف کیا۔

امام طحاویؒ نے عقیدۃ الطحاوی کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جسمیں انہوں نے صراحت سے ذکر کیا ہے کہ میں اس کتاب میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے عقائد کو بیان کروں گا وہ اس کتاب میں تحریر کرتے ہیں:

" لانكفرأحدا من أهل القبلة بذنب مالم يستحل له ولانقول لا يضر مع الإيمان ذنب لمن عمله ونرجومن المحسنين من المومنين أن يعفوعنهم ويدخلهم الجنة برحمته ولانأمن عليهم وتشهد لهم بالجنة ونستغفر لمسيئهم ونخاف عليهم ولا نقنطهم "

کسی مسلمان کو کسی ایسے گناہ کے ارتکاب پر جس کو حلال نہ سمجھ کر کیا ہو اس کی تکفیر نہیں کرتے اور اسکے ساتھ یہ بھی نہیں کہتے کہ ایمان کے بعد گناہ گار کو گناہ نقصان نہیں دیتا۔ اور نیکوکار مسلمانوں کے لئے خدا کی ذات سے امید رکھتے ہیں کہ ان کو در گذر کرے گا اور اپنی رحمت سے ان کو جنت میں داخل کرے گا۔ لیکن ان کے بارے میں بالکل بے خوف بھی نہیں ہیں اور ان کے لئے جنت میں داخل ہونے کی شہادت بھی نہیں دے سکتے، اور ہم ان گناہ گار مسلمانوں کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں اور ان کے بارے میں ڈرتے رہتے ہیں لیکن ان کو بالکلیہ مایوس بھی نہیں کرتے۔

علماء احناف نے علم کلام میں جتنی کتابیں تصنیف کی ہیں ان تمام کتابوں

میں اس مسئلہ کو اسی صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی طرح سے اہل سنت والجماعت اس مسئلہ میں بھی متفق ہیں کہ کسی مسلمان کی کسی گناہ کی وجہ سے اگرچہ وہ کبیرہ ہو تکفیر نہیں کی جاسکتی ہے۔ خوارج اور معتزلہ ایسے شخص کو ایمان سے خارج کرتے ہیں۔ ان دونوں فرقوں کے نزدیک ایمان کا تحقق ہی نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے ساتھ تمام اعمال صالحہ کا وجود نہ ہو امام بخاریؒ صحیح بخاری میں۔

" المعاصي من أمر الجاهلية ولا يكفر صاحبها بارتكابها الا بالشرك بقول النبي صلى الله عليه وسلم: وإنك امرأ فيك جاهلية ۔ بقول الله تعالى: ان الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذالك "

(گناہ کافرانہ عمل ہیں اور گنہ گار کی کسی گناہ سے بجز شرک کے تکفیر نہیں کی جائے گی حدیث " انك امرأ فيه جاهلية " اور اللہ کے قول ان الله لايغفر ان يشرك به کی وجہ سے) کا باب مقرر کر کے معتزلہ وخوارج کی تردید چاہتے ہیں۔

قال ابن البطال : غرض البخاری الرد علی من یکفر بالذنوب کالخوارج ویقول إنه من مات علی ذلك یخلد فی النا والأیة ترد علیهم لأن المراد بقوله ویغفر مادون ذلك لمن یشاء " أی من مات علی کل ذنب سوی الشرك ......

" ابن بطال کہتے ہیں! کہ اس باب سے امام بخاری کا مقصد ان لوگوں کی تردید کرنا ہے جو گناہوں کی وجہ سے مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں جیسے خوارج، اسی طرح سے ان لوگوں کی بھی تردید کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ جو توبہ کئے بغیر مرا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا آیت ان کا رد کرتی ہے اس لئے کہ " ویغفر مادون ذلک لمن یشاء " سے مراد ایسا شخص ہے جو کفر و شرک کے علاوہ کسی گناہ پر مرا ہو"۔

تمام سلف اور اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اعمال ایمان کے وجود و تحقق کے لئے لازم نہیں ہیں اور ان کی نفی سے ایمان کی نفی نہیں ہوگی اور ایسا شخص مومن رہے گا مگر ناقص مومن رہے گا گنہ گار مومن ہوگا۔ یہی بات امام ابوحنیفہ بھی کہتے ہیں کہ اعمال ایمان کے کمال کے لئے ضروری ہیں۔ نفس مسئلہ میں اتفاق کے بعد

ایمان اور عمل کے اس طرح کے باہمی تعلق اور رابطے کی تفسیر میں انداز بیان میں اختلاف ہوگیا ہے۔

## سلف کا انداز بیان

حافظ ابن حجر فتح الباری میں ایمان کی تعریف کرتے ہوئے سلف کا مذہب لکھتے ہیں:

" فا لسلف قالوا هو اعتقاد بالقلب ونطق باللسان وعمل بالأركان واردوا بذلك أن الأعمال شرط في كماله "

سلف قلبی اعتقاد اور زبانی اقرار اور اعضاء اور جوارح کے عمل کے مجموعے کو ایمان کہتے ہیں اور ان لوگوں کی مراد اس سے یہ ہے کہ اعمال ایمان کے کمال کے لئے شرط ہیں۔

محقق جلال الدین دوانی نے شرح عقائد العضدیۃ میں اسی مضمون کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

" وتفصيل المقام ان ههنااربعة احتمالات ...... الأول أن يجعل الاعمال جزءاً من حقيقة الإيمان داخلا في قوام حقيقته حتى يلزم من عدمها عدمه وهو مذهب المعتزلة والثاني أن تكو ن اجزاء اً عرفية للإيمان فلا يلزم من عدمهاعدمه كمايعد في العرف الشعرو الظفرو اليدو الرجل أجزاء لزيد مثلا ومع ذلك لايقال: بانعدام زيد بانعدام أحد هذه الأمورو كالأغصان والأوراق للشجرة تعد أجزاءاً منها ولا يقال تنعدم بانعدامها وهذا مذهب السلف "

ایمان میں مذہب کی تفصیل یہ ہے کہ اعمال کے بارے میں چار احتمال ہیں۔ پہلا احتمال اعمال کو ایمان کی حقیقت کا جز قرار دیا جائے، ایمان کی حقیقت میں داخل مانا جائے اس طرح سے کہ اس جز کے معدوم ہونے سے ایمان معدوم ہوجائے اور یہ معتزلہ کا مذہب ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اعمال ایمان کے اجزاء عرفیہ ہوں کہ اعمال کے معدوم ہونے سے ایمان معدوم نہ ہو جیسا عرف

Www.Ahlehaq.Com

میں زید کا بال، اس کا ناخن، ہاتھ، پیر مثلاً زید کے اجزاء ہیں اس کے باوجود نہیں کہا جا سکتا ہے ان میں سے کسی ایک کے معدوم ہونے سے زید معدوم ہو گیا۔ یا جیسے کسی درخت کے پتے اور اس کی شاخیں ہوں جو درخت کے اجزاء شمار کیے جاتے ہیں لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ان کے معدوم ہونے سے درخت معدوم ہو گیا۔

## متکلمین، فقہاء اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کا انداز بیان

متکلمین فقہاء اور امام ابو حنیفہؒ اعمال اور ایمان کے باہمی ربط کو ظاہر کرنے کے لئے جز کا لفظ استعمال نہیں کرتے ہیں گو ایمان کے کمال کے لئے عمل کو لازم و واجب کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "من أراد الآخرة وسعى لها سعيها وهو مومن" جو شخص آخرت کے ثواب کی نیت رکھے اور اس کے لئے جیسی کوشش کرنی چاہئے ویسی کوشش کرے بشرطیکہ وہ مومن بھی ہو۔

امام ابو حنیفہ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل کو الگ الگ کر دیا ہے کہ لوگ پہلے ایمان لائے پھر تقاضائے ایمان کے مطابق عمل کیے۔ اہل ایمان ایمان کی وجہ سے نماز روزہ حج وغیرہ انجام دیتے ہیں نہ کہ ان چیزوں کی وجہ سے مومن ہوئے۔ (العالم والمتعلم)

عثمان بتی کے نام خط میں امام ابو حنیفہؒ تحریر کرتے ہیں کہ "حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے لوگ مشرک تھے آپ نے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی جس کسی نے اس دعوت کو قبول کیا اور وہ اس کا اقرار کیا وہ شخص اسلام میں داخل ہوا کفر و شرک سے بری ہوا اس کا خون مسلمانوں پر حرام ہو گیا اس کے بعد فرائض اور مسلمانوں کے حقوق کے بارے میں آیات کا نزول ہوا۔ اور ایمان کے ساتھ اعمال بھی ضروری ہو گئے۔ "ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات"، "من يومن بالله ويعمل صالحا" اور اس جیسے بہت سے ارشادات ہیں۔ لیکن اعمال کی کوتاہی سے تصدیق و ایمان کا ضیاع لازم نہیں آتا ہے،

Www.Ahlehaq.Com

کیوں کہ تصدیق عمل کے بغیر حاصل ہو چکی ہے اگر عمل سے محروم انسان ایمان سے بھی محروم ہوتا تو اس پر مومن کا اطلاق نہ ہوتا اور نہ اس کی حرمت باقی رہتی۔ تصدیق وایمان کی وجہ سے اس کو مومن کہا جاتا ہے کیا تم ایک مومن کو مومن ظالم، مومن مذنب، مومن خاطی، مومن عاصی نہیں کہتے؟ حضرت عمرؓ، حضرت عثمان، حضرت علیؓ رضی اللہ عنہم امیر المومنین کہلاتے تھے کیا مومنین سے صرف مطیعین مراد تھے محقق دوانی ''شرح عقائد عضدیہ'' میں اس کی تفصیل وتشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

" الاحتمال الثالث أن تجعل الاعمال آثاراخارجة عن الإيمان مسببة له "

تیسرا احتمال کہ اعمال ایمان کا نہ جزء حقیقی ہو نہ جزعرفی ہو ایمان کی حقیقت سے خارج ہو اس ایمان کے آثار ہوں، ایمان ان کے لئے اعمال کا باعث ہو۔

" ويطلق عليها لفظ الإيمان مجازاً "

اور اعمال پر ایمان کا اطلاق مجازی ہے

محقق دوانی نے دوسرے اور تیسرے احتمال کے بارے میں جو سلف اور فقہاء اور متکلمین کا قول ہے کہا۔

" لا مخالفة بينه وبين الاحتمال الثانى إلابأن يكون اطلاق اللفظ عليها حقيقة أو مجازاً وهو بحث لفظى "

دوسرے اور تیسرے احتمال کے درمیان کوئی مخالفت نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے احتمال کی بنیاد پر اعمال پر ایمان کا اطلاق بطور حقیقت کے ہوگا اور تیسرے احتمال پر ایمان کا اطلاق بطور مجاز کے ہوگا اور یہ ایک لفظی اور لغوی بحث ہے کوئی شرعی بحث نہیں ہے

اور احتمال ثانی میں تفصیل کرتے ہوئے کہا۔

" فكان لفظ الإيمان عندهم موضوع للقدر المشترك بين التصديق ومجموع التصديق والأعمال فيكون اطلاقه على التصديق فقط وعلى مجموع التصديق والأعمال حقيقة "

سلف کے یہاں لفظ ایمان کو تصدیق محض اور تصدیق اور اعمال کے

مجموعے میں جو قدر ے مشترک ہے اس کیلئے وضع کیا گیا ہے۔ لہذا ایمان کا اطلاق تصدیق محض پر بھی بطور حقیقت ہوگا۔ اسی طرح تصدیق اور اعمال کے مجموعے پر بھی اس کا اطلاق بطور حقیقت ہوگا۔

ان ساری تفصیلات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ سلف اور متکلمین اور فقہاء اور امام ابو حنیفہؒ کے مابین اصل مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جو کچھ اختلاف ہے وہ تعبیر کے طریقے میں ہے انداز بیان میں ہے اس کی تفصیل اور تشریح کی نوعیت میں ہے۔ اور اس طرح کے اختلافات میں کسی پر جرح وقدح کرنا اور اس کو مطعون کرنا کسی طرح صحیح اور جائز نہیں ہے۔

## اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا بیان

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ حجۃ اللہ کے مقدمہ اور دیباچہ میں علماء کے درمیان اختلافی مسائل کی تحقیق اور اس پر جرح وقدح کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

" وقسم لم ينطق به الكتاب ولم تستفض به السنة ولم يتكلم فيه الصحابة فهومطوى على غره فجاء ناس من أهل العلم فتكلموا فيه واختلفوا وكان خوضهم فيه اما استنباطامن الدلائل النقلية كفضل الأنبياء على الملائكة وفضل عائشة على فاطمة وإمالتوقف الأصول الموافقة للسنة عليه وتعلقهابه بزعمهم ...... وإما تفصيلاً وتفسيراً لماتلقوه من الكتاب والسنة فاختلفوا فى التفصيل والتفسير بعد الاتفاق على الأصل ...... وهذا القسم لستُ استصح احدى الفرقتين على صاحبتها بأنها على السنة وكيف وإن أريد به فَحُ السنة فهو ترك الخوض في هذه المسائل راساً كما لم يخض فيها السلف ولماأن مست الحاجة إلى زيادة البيان فليس كل مااستنبطوه من الكتا ب والسنة صحيحاأوراجحاً ولا كل ماحسبه هولاء متوقفاً على شيء مسلم التوقف ولا كل ماأوجبوا ردّه مسلم الرد ولا كل ماتجاوا به من التفضيل والتفسير احق مما جاء به غيرهم ولما ذكرنا من أن كون الإنسان سنياً معتبر بالقسم

الأول دون الثاني ترى علماء السنة يختلفون فيما بينهم في كثير من الثاني ۔

دوسری قسم کے مسائل کا نہ قرآن میں کوئی بیان ہے اور نہ وہ سنت میں مستفیض ہیں اور نہ اس مسئلہ میں صحابہ نے کوئی گفتگو کی بلکہ اسی طرح سے مبہم رہا یہاں تک کہ کچھ اہل علم آئے انھوں نے اس میں گفتگو کی اور ان میں باہم اختلاف ہوا اور ان کا غور خوض کرنا دلائل نقلیہ سے استنباط کر کے ہو، جیسے نبیوں کی فضیلت فرشتوں پر یا حضرت عائشہؓ کی فضیلت حضرت فاطمہؓ پر یا ان کا غور وخوض کرنا اس میں اس لئے ہو کہ ان کے گمان میں جو اصول سنت سے ثابت ہیں ان مسائل پر موقوف اور اس سے متعلق ہیں جو قرآن وسنت سے ثابت ہیں اسکی تفصیل اور تشریح میں غور وخوض ہو جس کی وجہ سے تفصیل وتشریح میں اختلاف ہوا لیکن نفس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے۔ میں اس قسم کے مسائل میں ایک فرقہ کے دوسرے فرقہ پر اہل سنت والجماعت ہونے میں فوقیت دینا صحیح نہیں سمجھتا ہوں کیوں کہ اگر اس سے خالص سنت مراد ہے تو ان مسائل میں سرے سے غور وخوض ہی نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ سلف نے اس میں غور وخوض نہیں کیا اور جب زیادہ وضاحت کی ضرورت آپڑی تو یہ ضروری نہیں ہے کہ جو کچھ ان لوگوں نے کتاب وسنت سے استنباط کیا ہو وہ سب کا سب صحیح یا راجح ہو اسی طرح سے یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ان لوگوں نے جن چیزوں کو اس کا موقوف علیہ سمجھا ہو وہ واقعی موقوف علیہ ہوں، اسی طرح یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ جس کو جس طرح انہوں نے واجب الرد سمجھا ہو وہ کل کا کل غلط ہو اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جو کچھ تفسیر وتفصیل انہوں نے بیان کی ہے وہ تمام کی تمام حق ہو بہ نسبت اس تفسیر کے جو دوسروں نے بیان کی ہے۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ پہلے قسم کے مسائل ہی سنی ہونے کے لئے ضروری ہیں نہ کہ اس دوسری قسم کے مسائل، اسی لئے تم اہل سنت علماء کو دیکھتے ہو کہ باہم بہت سی جگہوں میں اس دوسری قسم کے مسائل میں اختلاف کرتے ہیں۔

www.Ahlehaq.com

# اس مسئلے میں عقیدۃ الطحاوی کے شارح کا بیان

عقیدۃ الطحاوی کے شارح نے اختلاف کی دو قسمیں اختلاف تنوع اور اختلاف تضاد ذکر کر کے اختلاف تنوع کی تفصیل و تقسیم کی اور لکھا:۔

"اختلاف التنوع علی وجوہ فمنہ ما یکون کل واحد من فعلین أو قولین حقا مشروعاً کما فی القراءات التی اختلف فیہا الصحابۃ رضی اللہ عنہم حتی زجرہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال کلا کما محسن ومثلہ اختلاف الأنواع فی صفۃ الاذان والإقامۃ والاستفتاح ومحل سجود السہو وصلوۃ الخوف وتکبیرات العید ونحو ذلک مما قد شرع جمیعہ وإن کان بعض انواعہ أرجح أو أفضل، ثم تجد لکثیر من الامّۃ فی ذلک من الاختلاف ما أوجب اقتتال طوائف منہم علی شفع الاقامۃ ونحوذلک وہذا عین المحرم ومنہ ما یکون کل من القولین ہو فی معنیٰ القول الآخر لکن العبارتان مختلفتان کما یختلف کثیر من الناس فی ألفاظ الحدود وصیغ الأدلۃ والتعبیر عن المسمیات ونحو ذلک ثم الجہل او الظلم یحمل علی احدی الطائفتین والاخری والاعتداء علی قائلہا۔

اختلاف تنوع کی ایک قسم یہ ہے کہ دونوں فعل اور قول صحیح اور حق ہوں جیسے ابتداء میں صحابہ کے درمیان قراءتوں میں اختلاف ہوا آپ نے ان کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم دونوں ٹھیک پڑھتے ہو اختلاف نہ کرو" کلا کما محسن" یا جیسے کلمات اذان میں ترجیع اور عدم ترجیع کا اختلاف یا اقامت کے کلمات میں مثنیٰ و فرادیٰ کا اختلاف، ثناء کے مختلف صیغوں میں اختلاف اور سجدۂ سہو کے قبل السلام اور بعد السلام میں اختلاف، تشہد کے کلمات و صیغوں میں اختلاف جس میں سبھی طریقے جائز ہیں گو ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح حاصل ہو اس میں اس طرح اختلاف کرنا کہ باہمی قتال و نزاع کی نوبت آجائے یہ حرام و ناجائز

ہے۔ اختلاف تنوع کی قسموں میں سے ایک قسم یہ بھی ہے کہ دونوں قول ایک دوسرے کے ہم معنی ہوں لیکن دونوں کی عبارتیں مختلف ہوں جیسے بہت سے لوگوں کی تعریفات کے الفاظ میں اور اسی طرح مسمیات کی تعبیر میں فرق ہوتا ہے ایسی صورت میں ایک طبقہ کی تعریف اور دوسرے کی مذمت سراسر جہالت وناواقفیت پر مبنی ہوگا اور اگر جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو دوسرے کے حق میں ظلم اور تعدی ہے۔ پھر شارح عقیدۃ الطحاوی اس کے بعد اختلاف تنوع کے سلسلے میں مزید لکھتے ہیں کہ ان دونوں اختلاف کرنے والی جماعتوں کی قرآن تعریف کر رہا ہے بشرطیکہ ایک نے دوسرے پر ظلم وتعدی نہ کی جیسے اللہ تعالیٰ کا قول:

"ما قطعتم من لينة او تركتموها قائمة على اصولها فباذن الله"

جب کہ لوگوں کا کھجور کے درختوں کے کاٹنے میں اختلاف ہوا ایک جماعت نے کاٹا دوسرے نے نہیں کاٹا تو خدا نے دونوں فریق کو صحیح قرار دیا۔

اسی طرح "وداؤد وسليمان إذ يحكمان في الحرث إذ نفشت فيه غنم القوم وكنا لحكمهم شاهدين ففهمنا سليمان وكلا اتينا حكما وعلماً۔

اس واقعہ میں حضرت سلمان نے ایک فیصلہ دیا اور حضرت داؤد نے دوسرا فیصلہ دیا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو فہم کے ساتھ متصف کیا مگر حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام دونوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔ "وكلا آتينا حكما وعلما"

اسی طرح نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے غزوۂ بنی قریظہ جاتے ہوئے وقت کے اندر راستے میں نماز پڑھنے والوں اور جنہوں نے اس کو وقت سے موخر کیا اور بنو قریظہ جا کر نماز پڑھی دونوں میں سے کسی کو آپ نے زجر وتوبیخ نہیں کیا۔

اسی طرح آپ نے فرمایا:

"إذا اجتهد الحاكم فاصاب فله اجران وإذا اجتهد واخطأ فله أجر"

مذمت ان لوگوں کی ہے جو دوسرے پر ظلم اور تعدی کریں۔ جیسا کہ شارح عقیدۃ الطحاوی

Www.Ahlehaq.Com

''الا مارحم ربک'' کے تحت لکھتے ہیں:

فان رحمهم الله اقر بعضهم بعضاً ولم يبغ بعضهم على بعض كما كان الصحابة فی خلافة عمر وعثمان يتنازعون فی بعض مسائل الاجتهاد فيقر بعضهم بعضاً ولا يعتدی ولا يعتدی عليه وان لم يرحموا وقع بينهم الاختلاف المذموم فبغی بعضهم علی بعض اما بالقول مثل تكفيره وتفسيقه واما بالفعل مثل حبسه وضربه وقتله۔

اگر خدا نے ان پر رحم کیا تو یہ اختلاف کرنے والے ایک دوسرے کے حق کا اعتراف کریں گے اور کوئی کسی ظلم وتعدی نہیں کرے گا جس طرح حضرت عمر وعثمان کے دور میں صحابہ کا اجتہادی مسائل میں اختلاف ہوا تو کسی نے کسی پر ظلم وتعدی نہیں کی اور ہر ایک نے دوسرے کے حق کا اعتراف کیا اور اگر خدا کی طرف سے ان پر رحم نہیں ہوگا تو ایسی جماعت مذموم اختلاف میں پڑ جائے گی اور ایک دوسرے پر قولاً ظلم کرے گی جیسے کسی کی تکفیر یا تفسیق یا عملاً جیسے مارنا' قید کرنا' قتل کرنا۔

## اصل مسئلہ کے بارے میں

اس تمہید کے بعد غور کریں کہ محدثین فقہاء متکلمین اور امام ابوحنیفہ کے درمیان اصل مسئلہ میں اتفاق ہے۔تعبیر اور انداز بیان کا صرف فرق ہے جیسا کہ اس کو بہت تفصیل سے واضح کیا گیا' محدثین اور معتزلہ اور خوارج کی تعبیر میں لفظی مشابہت پائی جاتی ہے جس طرح خوارج ومعتزلہ اعمال کو اجزاء ایمانی سے تعبیر کرتے ہیں اسی طرح سے محدثین بھی اعمال کو اجزاء ایمانی سے تعبیر کر رہے ہیں۔مگر دونوں کے درمیان جز کے مفہوم میں زمین وآسمان کا تفاوت ہے۔معتزلہ اور خوارج کے یہاں اس جز کے فوت ہونے سے ایمان ختم اور معدوم ہو جاتا ہے اور محدثین کے یہاں اس جز کے فوت ہونے سے اس کا ایمان زائل نہیں ہوتا ہے بلکہ ایمان باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ خلود فی النار کا مستحق نہیں رہتا ہے۔اگر اس لفظی مشابہت کی وجہ سے کوئی شخص محدثین کو فرقہ

معتزلہ اور خوارج میں شمار کرنے لگے اور ان کو معتزلی اور خارجی کہنے لگے تو کیا یہ سراسر خلاف حقیقت نہیں ہوگا اور جہالت پر مبنی نہیں ہوگا اور اگر اس فرق کو جانتے ہوئے ان حضرات کے بارے میں اس لفظ کا استعمال کرے گا تو سراسر خلاف حقیقت ہونے کے ساتھ ساتھ ان پر ظلم وتعدی بھی ہوگی اور الا ما رحم ربك سے خارج ہوگا جیسا کہ شارح عقیدۃ الطحاوی نے اس کو تفصیل سے بیان کیا، اسی طرح نفس مسئلہ میں جو کتاب وسنت سے ثابت ہے اس کو مانتے ہوئے اس کی تفصیل، تفسیر، انداز اور تعبیر کے اختلاف کی وجہ سے کوئی شخص اہل سنت ہونے سے خارج نہیں ہوگا جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس کو بیان کیا اور ان کے اس بیان کو ہم نے ماقبل میں نقل بھی کر دیا ہے۔

اسی طرح فقہاء، متکلمین، امام ابوحنیفہ کی تعبیر اور مرجئہ ضالہ کی تعبیر میں بس اتنی سی مشابہت ہے کہ یہ حضرات بھی اعمال کے جز ہونے کی نفی کرتے ہیں اور مرجئہ بھی نفی کرتے ہیں مگر آگے دونوں کے درمیان فرق عظیم ہے، کہ مرجئہ ضالہ اعمال کو کوئی حیثیت نہیں دیتے اس کی حاجت وضرورت کی نفی کرتے ہیں گناہوں کے ارتکاب کو ضرر رساں نہیں بتاتے، فقہاء متکلمین اور امام ابوحنیفہؒ اعمال کو حیثیت دیتے ہیں اس کی حاجت وضرورت کو ثابت کرتے ہیں گناہوں کے ضرر رساں ہونے کو بیان کرتے ہیں اب اگر کوئی اتنی سی مشابہت کی بنا پر ان حضرات کو فرقہ مرجئہ میں شمار کرنے لگے اور ان کو مرجی کہنے لگے تو اس کی یہ بات حقیقت کے بالکل خلاف ہوگی اور کہنے والے کی جہالت کو ظاہر کرے گی اور جو جان بوجھ کر اس طرح کی بات کہے گا تو ان حضرات پر ظلم ہوگا، اور الا ما رحم ربك سے خارج ہوگا اور "ما اختلف الذین أوتوا الکتاب إلا من بعد ما جاء ھم العلم بغیا بینھم" کا مصداق ہوگا۔

## امام ابوحنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت کے اسباب

اس صورت حال کے بعد ہونا تو یہی چاہیے تھا کہ امام ابوحنیفہؒ کو کوئی مرجی نہ کہتا

فرقہ مرجئہ میں ان کو کوئی شمار نہ کرتا اسی لئے ابوزہرہ نے لکھا کہ امام ابوحنیفہ کو اسی صورت میں مرجی کہا جاسکتا ہے جب ان عقائد کے حامل سب لوگوں پر ارجاء کا فتوی صادر کیا جائے اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں صرف امام ابوحنیفہؒ ہی مرجیہ سے نہیں ہوں گے بلکہ معتزلہ کو چھوڑ کر تمام محدثین وفقہاء اس زمرہ میں داخل ہو جائیں گے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ پر ارجاء کی تہمت لگائی گئی ان کے زمانے میں بھی کچھ لوگوں نے ان پر اس کا افتراء کیا، اور ان کی وفات کے بعد بھی اپنی غرض فاسد کے لئے امام صاحب کی طرف ارجاء کو منسوب کیا، اس کی بنیادی وجہ تو امام صاحب کی عبقری شخصیت اور ان کے گوناگوں کمالات ہیں۔ ابوزہرہ لکھتے ہیں "فقہ اسلامی کی تاریخ کسی ایسے شخص سے آشنا نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ کی طرح جس کی مدح وقدح کرنے والے بڑے کثیر تعداد میں پائے جاتے ہوں، جہاں آپ کی تعریف کرنے والوں نے بڑی کثرت سے کتابیں لکھیں تو مذمت کرنے والوں نے بھی ہر طرح کی جرح وقدح کی جس کی اصل وجہ یہ تھی کہ آپ فکر ونظر میں ایک مستقل مسلک کے بانی تھے جس میں آپ نے بڑے غور وفکر سے کام لیا کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ کے ثناخوانوں کے ساتھ ایک گروہ مخالفین کا نہ ہوتا مگر آپ کے مخالف زیادہ تر وہ لوگ تھے جو فکر کے میدان میں آپ کا مقابلہ نہ کر سکے یا آپ کے افکار وآراء ان کے فہم وادراک سے بالا تھے یا پھر ایسے لوگ تھے جو ہر اس طریقہ کو بدعت اور خلاف حق قرار دیتے تھے جس میں صرف اقوال صحابہ پر اکتفا نہ کیا جائے اور آپ کے بعض ناقدین تو آپ کے علم وفضل ورع اور تقوی وغیرہ سے ناواقف بھی تھے اس قسم کے لوگوں کا شور وغل کتنا بھی زیادہ رہا ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی منشا کے برخلاف تاریخ نے آپ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہونے والوں کے اقوال کو بڑی احتیاط سے محفوظ رکھا۔ اور ثابت کر دیا کہ یہی شہادت سچی شہادت ہے۔ امام ابوحنیفہ پر نکتہ چینوں کی نکتہ چینی بس یہی رہ گئی ہے کہ کسی انسان کی قدر وقیمت کیسی بھی ہو اس کا فکر واخلاص کسی بھی درجہ کا ہو شک وشبہ سے اس کی ذات محفوظ نہیں رہ سکتی یہ اور بات ہے کہ اس سے اس کے وقار میں کمی نہیں آتی بلکہ وہ اور زیادہ قدر وقیمت کا حامل

ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اس تہمت لگانے کے خاص اسباب بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے پھر بھی مختصراً تین سبب کو ذکر کر رہا ہوں۔

نمبر (۱) اہل بدع نے آپ پر تہمت لگائی اور اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ابتداءً علم کلام ہی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس علم میں مہارت حاصل کی اور اتنا ہی نہیں بلکہ علم کلام کے موضوع پر کتابیں بھی تصنیف کیں اور کتابوں کے لکھنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ بہت سے فرقوں کے غلط عقائد کی تردید بھی کی، ان سے مباحثہ مناظرہ بھی کیا، آپ زیرک اور ہوشیار تھے حریف مقابل کو خاموش کرنے کا بہترین طریقہ کیا ہوسکتا ہے اس کو خوب جانتے تھے۔ مباحثہ اور مناظرہ کرنے والوں کو لاجواب کر دیتے اپنی ذہانت، فطانت اور مہارت سے ایسے دلائل مہیا کرتے جو لوگوں کے ذہنوں سے قریب ہوں جس سے حق بات کا سمجھنا لوگوں کے لئے سہل وآسان ہو جاتا اور مخالفین کو رسوائی اٹھانی پڑتی جس کی وجہ سے ان لوگوں کو امام صاحب سے بڑی حد تک کد اور دشمنی ہوگئی تھی معتزلہ اور خوارج کی ویسے بھی عادت تھی کہ اپنے مخالفین کو مرجئہ کا لقب دے کر عام مومنین میں بدنام کریں مگر امام صاحب اس کا زیادہ نشانہ بنے، عبدالکریم شہرستانی نے گوناگوں وجوہ کی بناپر لکھا ہے "والمعتزلة كانو يلقبون كل من خالفهم في القدر مرجئا" وكذلك الوعيدية من الخوارج " یعنی معتزلہ ہر کسی کو جو مسئلہ تقدیر میں ان کے مخالف ہو اس کو مرجی کہہ دیتے تھے یہی حال خوارج کا بھی تھا

علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں

"اشتهر من مذهب المعتزلة أن صاحب الكبيرة بدون التوبة مخلد في النار وإن عاش على الإيمان والطاعة مأة سنة ولم يفرقه بين أن تكون الكبيرة واحدة أو كثيرة واقعة قبل الطاعات. أو بعدها أو بينها، جعلوا عدم القطع بالعقاب وتفويض الامر الى الله يغفر إن شاء ويعذب إن شاء على ما هو مذهب بأهل الحق إرجاء أ بمعنى أنه تاخير الأمر وعدم حزم بالعقاب والثواب وبهذا الاعتبار جعل أبو حنيفة وغيره من المرجئة"

www.Ahlehaq.Com

معتزلہ کا مشہور مذہب ہے کہ مرتکب کبیرہ بغیر توبہ کے مرا تو ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اس کے مقابل میں جو لوگ عذاب کا قطعی حکم نہیں لگاتے اور خدا کی مشیت کے حوالے کرتے کہ اللہ چاہے تو معاف کردے چاہے عذاب دے اس عقاب وثواب کے قطعی حکم نہ لگانے کو وہ لوگ ارجاء کہتے تھے۔ اور اسی اعتبار سے ابوحنیفہ وغیرہ کو مرجئہ قرار دیا گیا۔

اور خود امام ابوحنیفہ نے اپنے الزام ارجاء کے بارے میں عثمان بتی کے نام جو خط لکھا ہے اس میں بھی اس وجہ کو ذکر کیا ہے:

أما ما ذكرت من اسم المرجئة فما ذنب قوم تكلموا بعدل و سماهم أهل البدع بهذا الإسم ولكنهم اهل العدل والسنة وإنما هذا اسم سماهم به اهل شنان۔

رہی مرجئہ کی بات جس کا تم نے تذکرہ کیا ہے تو ایسی جماعت کا کیا قصور ہے جنہوں نے ایک درست بات کہی اور اہل بدع نے انہیں مرجئہ کا نام دے دیا۔ حالانکہ وہ لوگ اہل عدل واہل سنت ہیں۔

ان کو یہ نام بغض وعداوت رکھنے والوں نے دیا۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہ کی مقبولیت اور ان کے متبعین کی کثرت کی وجہ سے مرجئہ ضالہ کے ایک فرقے کا بانی غسان بن ابان الکوفی نامی لوگوں میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے اور اپنے مسلک کی اشاعت کے لئے امام اعظمؒ کے نام کو استعمال کرتا تھا اور اس غلط مذہب کو امام کی طرف منسوب کرتا تھا، چنانچہ شارح مواقف لکھتے ہیں:

"وكان غسان المرجي ينقل الارجاء عن ابى حنيفة ويعده من المرجية وهوافتراء عليه قصد به غسان ترويج مذهبه بنسبته الى هذاالامام الجليل"

"غسان مرجی کہتا تھا امام اعظم مرجی تھے اور مذہب ارجاء کو امام صاحب کی طرف منسوب کرتا تھا جو سراسر جھوٹ اور افتراء ہے امام صاحب کی طرف

نسبت کرنے کا مقصد اپنے مذہب کی ترویج و اشاعت تھی۔

اسی طرح کی بات عبدالکریم شہرستانی بھی نقل کرتے ہیں، امام صاحب کے ناقدین میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو آپ کے علم و فضل وغیرہ کی زیادہ معلومات نہیں رکھتے تھے وہ حضرات اس قسم کے پروپگنڈوں سے متاثر ہو گئے۔

(۳) حضرات محدثین کی ایک معتد بہ جماعت ایسی تھی جن کی پوری توجہ کا مرکز صرف علم حدیث کی روایت و سماع تھا بلکہ یہ حضرات حدیث کی روایت اور اس کی سند کے بیان ہی کو علم اور دین جانتے تھے اور اسکے مضمون میں غور فکر اور مسائل کا استنباط اور اس کے مآخذ کو معلوم کرنا ایک طرح سے بدعت سمجھتے تھے، جس کی وجہ سے اگر کسی فقیہ کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہ کسی مسئلہ میں اجتہاد کر رہا ہے اور اس کے مآخذ و مدارک کو بیان کر رہا ہے تو اس پر برافروختہ ،ہو جاتے اور اس پر اعتراض کرنے لگتے اور اس پر ایسی جرح و قدح کرتے جو ان حضرات کی معلومات کیمطابق اس پر منطبق ہو سکے، ان کا ذہن تنگ اور معلومات سطحی تھے جس کی وجہ سے اگر کوئی متکلم صفات باری تعالیٰ میں بحث کر رہا ہو یا کوئی صوفی نفس کے احوال اور اسکی کیفیات کا تذکرہ کرتا حتی کہ اگر کوئی محدث تسلسل سے اشعار بھی پڑھتا تو اس پر بھی برافروختہ ہو جاتے تھے اور اس پر بھی جرح و قدح کرتے تھے۔ امام شافعیؒ کا ترجمہ لکھتے ہوئے یاقوت حموی نے مصعب زبیری سے نقل کیا ہے مصعب کہتے ہیں کہ میرے والد اور امام شافعیؒ دونوں ایک دوسرے کو اشعار سنا رہے تھے امام شافعی کو بے شمار اشعار یاد تھے امام شافعیؒ نے ہذیل کے تمام اشعار زبانی سنا دیے اس کے بعد میرے ابا سے کہنے لگے کہ کسی حدیث کی روایت کرنے والے کو میری یہ بات نہ بتا دینا۔ اسلئے کہ ان لوگوں کے لئے یہ نا قابل برداشت عمل ہے۔

"لاتعلم بهذا احداً من اهل الحديث فانهم لايحتملون هذا۔

حماد بن اسامہ جو مشہور محدث ہیں جن کو الحافظ الحجہ کہا جاتا ہے ابونعیم نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں انکا ایک قصہ نقل کیا ہے طرطوس میں عبداللہ بن مبارک کے یہاں گئے، انھوں نے عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ آپ نے حدیث کی یہ کتاب لکھی

ہے اور اسمیں ابواب اور عنوان قائم کئے ہیں آپ کی یہ بات مجھے بالکل پسند نہیں، مشائخ کا یہ طریق نہیں تھا۔

فقلت یا اباعبد الرحمن انی لانکرھذہ الابواب والتصنیف الذی وضعتموہ ماھکذ ادرکنا المشیخۃ۔

اگرچہ صحابہ کے دور ہی سے دونوں طرح کے علماء دین کی خدمت کرتے رہے، ایک قسم حفاظ حدیث کی جن کا کام روایات کو یاد رکھنا جیسی سنی ویسی ہی دوسروں تک پہنچادینا ان حضرات نے امت کے لئے دین کو محفوظ رکھا، دوسری قسم فقہائے اسلام کی جن کا کام مسائل کا استنباط واستخراج تھا عبداللہ بن عباس حبر امت، قرآن کے ترجمان ہیں مگر ایسی احادیث جس میں ذاتی سماع کی تصریح ہو بیس پچیس سے زیادہ نہیں۔ حافظ ابن حزم کہتے ہیں کہ ابوبکر محمد بن موسیٰ نے ابن عباس کے صرف فتاوی بیس جلدوں میں جمع کئے اور یہ ان کے دریائے فقاہت کا ایک چلو ہے، ان کے مقابلے میں حضرت ابوہریرہ حفظ روایت میں علی الاطلاق حافظ امت ہیں ان کے بارے میں ابن حزم کہتے ہیں کہ ان کے فتاوی کو ایک چھوٹے سے جزء میں جمع کیا جاسکتا ہے۔ ان دونوں طرح کے علوم حاصل کرنیوالوں کے ذوق ومشرب میں اختلاف بڑھتا رہا جس کی وجہ سے ایک دوسرے پر تنقید وتبصرہ سے آگے جرح وقدح تک کی نوبت آگئی، مصعب بن احمد امام مالک کے ان اہم شاگردوں میں سے ایک ہیں جن سے مؤطا امام مالک منقول ہے، بخاری ومسلم، ابوحاتم، ابوزرعہ، ذہلی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں بخاری ومسلم نے اپنی صحیح میں ان کی روایت کو نقل کیا ہے ایسے شخص کے بارے میں قاضی عیاض نے نقل کیا ہے کہ ابوبکر بن خیثمہ کہتے کہ جب میں نے ۲۱۹ھ میں مکہ مکرمہ کا سفر کیا تو میں نے اپنے والد بزرگوار سے پوچھا کہ وہاں پر میں کن کن لوگوں سے حدیث کی روایات کو قلمبند کروں گا تو والد بزرگوار نے فرمایا کہ مصعب کے علاوہ جس کی روایت کو چاہو قلم بند کرو قاضی عیاض کہتے ہیں کہ خیثمہ اصحاب حدیث سے ہیں اور مصعب اصحاب الرائے سے، اور اصحاب حدیث کو اصحاب الرائے سے ایک طرح کی وحشت اور منافرت ہوتی تھی

جس کی وجہ سے مصعب کی روایت کو قلمبند کرنے سے منع کردیا ورنہ مصعب کے ثقہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ والا وھو ثقة لانعلم احداً ذکرہ الا بخیر

وہی قاضی عیاض امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم برابر اہل الرائے پر جرح وقدح کرتے تھے اور اہل الرائے ہم پر جرح وقدح کرتے تھے، امام شافعی نے آکر ہمارے درمیان موافقت پیدا کرائی۔

قال احمدبن حنبل :مازلنا نلعن اهل الرائے و یلعنو نناحتی جاء الشافعی فمزج بیننا۔

قاضی عیاض اس جملے کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام شافعی نے صحیح احادیث کو لیا اور اس کو معمول بنایا اور ان حضرات کو دکھلایا اور بتلایا کہ ہر رائے اور قیاس غلط نہیں ہے بلکہ اسکی حاجت وضرورت ہے شریعت کے احکام کی وہ بنیاد ہے اور اسی سے ماخوذ ہے اور اس سے اخذ کرنے کی کیفیت انکو سمجھائی اور بیان کی۔

امام شافعیؒ نے اصحاب حدیث کو جو بات سمجھائی اور بتائی امام محمد جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی استاذ ہیں اس بات کو امام شافعی سے بہت پہلے سمجھا اور بتلا چکے ہیں۔ فخر الاسلام بزدوی اصول فقہ کے مقدمے میں لکھتے ہیں۔

قال محمد فی کتاب ادب القاضی لایستقیم الحدیث الا بالرائی ولا یستقیم الرای الا بالحدیث۔

قاضی شریک مرجیہ کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے امام محمد نے کسی مسئلے میں ان کے یہاں گواہی دی تو قاضی نے ان کی گواہی کو رد کردیا اور ان کی شہادت کو قبول نہیں کیا قاضی شریک سے پوچھا گیا کہ آپ نے ان کی گواہی کو کیوں رد کردیا تو انہوں نے کہا کہ میں اس شخص کی گواہی کو قبول نہیں کرتا جو کہتا ہو کہ نماز ایمان کا جزء نہیں ہے یہ مسئلہ پہلے بہت تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے کہ حضرات محدثین جو اعمال کو ایمان کا جزء قرار دیتے ہیں اور فقہا اور متکلمین جزء کا لفظ استعمال نہیں کرتے ہیں دونوں کے یہاں ایمان کے کمال کے لئے اعمال لازم ہیں فرق صرف انداز بیان اور تعبیر کا ہے۔ حضرات محدثین کا

خیال ہے کہ اس تعبیر کی وجہ سے اعمال کی اہمیت باقی نہیں رہ جائیگی لوگ اعمال کا اہتمام نہیں کریں گے جس کی وجہ سے فسق وفجور کا شیوع ہوگا جس سے یہ حضرات برافروختہ ہوئے اور مرجئہ سے اس صوری مشابہت کی وجہ سے ان کی طرف ارجاء کی نسبت کردی حالانکہ یہ حضرات محض ایمان کا مفہوم متعین کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ طاعات کو واجب ولازم بھی کہتے ہیں اس میں تساہل جائز نہیں سمجھتے تو اس سے اعمال کی اہمیت کس طرح کم ہوگی

ایک عالم دوسرے کے بارے میں جو جرح وقدح کرتا ہے تو اسکی دو صورتیں ہوتی ہیں۔

(۱) ان الفاظ کے استعمال سے اس پر حکم لگانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ انسان کی طبیعت کچھ اسی طرح کی واقع ہوئی ہے کہ جب آدمی غصہ میں ہوتا ہے تو سب وشتم کرتا ہے، لعن وطعن کرتا ہے، غصہ کے ٹھنڈے ہونے کے بعد اگر پوچھا جائے تو معذرت کرنے لگتا ہے اور کبھی اسکا استعمال بطور مذمت کے ہوتا ہے اس پر حکم لگانا مقصود نہیں ہوتا ہے اور مقصود اسکی خیر خواہی ہوتی ہے کہ شاید اس کام سے باز آتے اور کبھی دوسرے لوگوں کی خیر خواہی ہوتی ہے کہ وہ لوگ اس امر شنیع میں نہ پڑیں،

(۲) اور کبھی یہ لعن طعن اس سے مقصد اس پر اس کا حکم لگانا ہی ہوتا ہے ایسی صورت میں اس حکم کے غلط ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ احکامات ان کی بنیاد ظن پر ہوتی ہے اور ظن کبھی غلط بھی ہوتا ہے انسان کی نفسیات کچھ اسی طرح کی واقع ہے کہ جب آدمی کے ذہن میں کوئی بات آتی ہے اگرچہ وہ کمزور درجہ میں ہو پھر اس کے بارے میں ایسی بات سے واقف ہوتا ہے جس میں اس سابق بات کے موافقت اور مخالفت دونوں کا احتمال ہوتا ہے جو پہلی بات کے موافق احتمال ہے اسی کو ترجیح دیتا ہے اس طرح وہ بات ہوتے ہوتے اس کے نفس میں قوی ہو جاتی ہے، اس لئے اگر کوئی عالم جس عالم سے ناراض ہو اس پر جرح وقدح کرتا ہے تو اس کے بارے میں اس بات کا قوی اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر یہ ناراضگی نہ ہوتی تو یہ چیز خود اس کی نظر میں بھی موجب جرح نہ تھی۔

وعین الرضی عن کل عیب کلیلۃ ☆ ولکن عین السخط تبدی المساویا

www.Ahlehaq.com

مصرع:۔ عیب نماید ہنرش در نظر

اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ کی یایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علیٰ انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا و فقیرا فاللہ اولی بھما ولا تتبعوا الھوی ان تعدلوا"۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا "لایجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی"۔

شدت بغض اسی طرح شدت محبت بسا اوقات تحقیق حال کے لئے زبردست رکاوٹ بن جاتی ہے، اور انسان اس شدت بغض کی وجہ سے اس کے تمام محاسن و مناقب سے آنکھ بند کرلیتا ہے اور اس کی برائیوں اور خرابیوں کے بیان کرنے کے سلسلے میں بہت تساہل کرتا ہے، حقیقت حال کی جستجو کی تکلیف نہیں اٹھاتا اسکے قول و عمل کا بہتر محمل ہوسکتا تھا مگر وہ اس پر محمول نہیں کرتا یہی حال شدت محبت کا بھی ہے اس میں بھی آدمی غلو اور اسراف کرتا ہے اور اس کا اعتدال باقی نہیں رہتا پس جن حضرات اکابر نے امام ابوحنیفہؒ کے احوال سے واقف ہونے کے باوجود ان پر جرح وطعن کی ان کے بارے میں بھی ہم حسن ظن رکھتے ہوئے یہی تاویل کریں گے کہ وہ مومن غیور تھے اپنی نیت میں سچے تھے انھیں امام ابوحنیفہ سے متعلق ایسی باتیں پہنچی ہوں گی جن کے بارے میں ان کا خیال ہوا کہ وہ بدعت ہے یا انہیں غلط فہمی ہوئی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو رد کرتے ہیں جس سے ان کی غیرت ایمانی جوش میں آگئی اور للہ فی للہ ان سے غیظ وغضب ظہور ہوا اور ان سے امام اعظم کے بارے میں جرح وطعن کے الفاظ صادر ہوگئے اور اس جرح وطعن کے ذریعہ سے انکا یہ خیال اور گمان تھا کہ ہم شریعت اور دین کا دفاع کررہے ہیں اور اس خبر کی جیسی تحقیق کرنی چاہئے تحقیق نہیں کی حدیث معنعن کے صحیح اور متصل ہونے کے سلسلے میں راوی مروی عنہ کا باہم لقاء وسماع ضروری ہے یا ضروری نہیں ہے امام بخاری اور امام مسلم کا اختلاف ہے امام بخاری کے نزدیک کم ازکم ایک مرتبہ لقاء وسماع ضروری ہے امام مسلم اس کو ضروری نہیں قرار دیتے امام مسلم کو گمان ہوا کہ امام بخاری نے حدیث معنعن کے صحیح اور متصل ہونے کے لئے جو شرط

لگائی ہے اس کی وجہ سے احادیث صحیحہ کے ایک بہت بڑے ذخیرے کو رد کرنا پڑیگا جسکی وجہ سے امام مسلم کو سخت غصہ آیا اور ان کے لئے خدر درجہ قبیح لفظ "بعض منتحلی الحدیث" بھی استعمال کرنے سے گریز نہیں کیا حالانکہ زیادہ تر علماء نے اس مسئلے میں امام بخاری کے قول کو ترجیح دی ہے اور رہے وہ حضرات جنھوں نے حسد کی بنیاد پر جرح وقدح کے الفاظ استعمال کئے ہیں یہ تو ایسی بیماری ہے جس کا کوئی علاج ہی نہیں ہے بجز اس کے کہ حاسدین کے شر سے اللہ کی پناہ حاصل کی جائے۔

## ائمہ مجتہدین کا مقام ومرتبہ

ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی طرف سے تبلیغ دو طرح کی ہے الفاظ نبوت کی تبلیغ اور معانی کی تبلیغ، معانی کی تبلیغ کرنے والے فقہائے اسلام ہیں جن کو خدا کی طرف سے مسائل کے استخراج اور استنباط کی نعمت عطا کی گئی اور حلال وحرام کے ضابطے بنانے کے لئے متوجہ ہوئے فقہاء کا مقام زمین میں ایسا ہے جیسے ستارے آسمان میں، انہیں کے ذریعہ تاریکیوں میں سرگرداں لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں، لوگوں کو ان کی ضرورت کھانے اور پینے سے بھی زیادہ ہے، از روئے قرآن والدین سے بھی زیادہ ان کی اطاعت فرض ہے۔ (اعلام الموقعین)

ہر چند فقہائے اسلام اور مجتہدین بہت ہوئے ہیں لیکن جمہور امت کے درمیان چند اشخاص ہی مقبول ہوئے، اس فن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت تامہ چند ہی حضرات کو نصیب ہوئی اور ان سب میں زیادہ مقبولیت امام اعظم کو حاصل ہے، ان مخصوص ائمہ مجتہدین کا مجتہد ہونا تواتر کے ساتھ ثابت ہے، شاہ اسماعیل شہیدؒ منصب امامت میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

احکام شرعیہ دو طریق پر حاصل ہوتے ہیں تحقیقاً اور تقلیداً، اور انبیاء کا علم، تقلیدی علم کے قبیل سے بالکل نہیں ہے بلکہ جو کچھ ان کو علم حاصل ہوا ہے اس کا کل کا کل بطریق تحقیق حاصل ہوا ہے، اور تحقیق کے دو طریقہ ہیں پہلا اجتہاد بشرطیکہ معقول ذوی العقول

ہو، دوسرا الہام بشرطیکہ نفسانی مداخلت سے محفوظ ہو، پس انبیاء کے مشابہ علم احکام میں یا تو مجتہدین مقبولین ہوں گے یا ملہمین محفوظین ہیں، چونکہ کشف والہام کی طرف احکام کی نسبت اوائل امت میں معروف ومشہور نہ تھی لہذا انبیاء کے مشابہ اس فن میں مجتہدین مقبولین ہیں لہذا انہیں کو ائمہ فن سمجھنا چاہئے جیسے ائمہ اربعہ، ہر چند کہ مجتہدین دین بہت گذرے ہیں لیکن جمہور امت کے درمیاں مقبول یہی چند حضرات ہیں، بس گویا کہ مشابہت تامہ اس فن میں انھیں کے نصیب میں آئی، لہذا ان حضرات ائمہ کی عدالت ثقاہت، امامت تواتر کے ساتھ ثابت ہے ان حضرات کے بارے میں کسی طرح کی جرح وقدح اور طعن وتشنیع جائز نہیں ہے۔

ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

لو كان كل من ادُّعى عليه مذهب من المذاهب الردية، ثبت عليه ما ادعى به وسقطت عدالته ، وبطلت شهادته بذلك للزم ترك أكثر محدثي الأمصار ، لانه ما منهم إلا وقد نَصَبه قوم إلى ما يرغب به عنه ، ومن ثبت عدالته لم يقبل فيه الجرح ، وما تسقط العدالة بالظن "

جس کسی کی طرف کسی باطل اور غلط مذہب کی نسبت کردینے سے وہ اس کا مذہب مان لیا جائے اور اس کی عدالت ساقط ہوجائے اور اس سے اس کی شہادت باطل ہوجائے تو بیشتر محدثین ناقابل اعتبار ہوجائیں گے، اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک کی طرف کسی نہ کسی نے ناپسندیدہ بات منسوب کی ہے۔ لہذا جس کی عدالت ثابت ہوگئی اس کے بارے میں کسی کی جرح معتبر نہیں ہوگی اور ظن وگمان کی بنا پر عدالت ساقط نہیں ہوگی

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

" كل رجل ثبتت عدالته لم يقبل فيه تجريح أحد حتىٰ يُبين ذلك بأمر لا يحتمل غير جرحه "

جس کی عدالت ثابت ہوچکی ہو اس کے بارے میں کسی کا جرح

وطعن کرنا معتبر نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو اس طرح ثابت نہ کر دے کہ اس میں جرح وطعن کے سوائے دوسرا کوئی احتمال نہ رہے۔ امام بخاریؒ جزء القراءت خلف الامام " میں تحریر کرتے ہیں۔

"لم ینج کثیر من الناس من کلام بعض الناس فیھم نحو ما یذکر عن إبراھیم من کلامہ فی الشعبی، و کلام الشعبی فی عکرمۃ و کذلک من کان قبلھم، وتناول بعضھم فی العرض والنفس ولم یلتفت أھل العلم الی ذلک ولا سقطت عدالۃ أحدٍ ألا ببرھان ثابتٍ و حجۃٍ۔

بیشتر لوگ آپس میں ایک دوسرے کی جرح وقدح سے محفوظ نہیں رہتے اور جیسے ابراہیم نخعی کا کلام امام شعبی کے بارے، شعبی کا کلام عکرمہ کے بارے میں اسی طرح ان حضرات سے جو پہلے لوگ تھے ہر ایک نے دوسرے کے بارے میں جرح وقدح کی، مگر اہل علم نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی، اور کسی کی عدالت ساقط نہیں ہوتی ہے بغیر واضح دلیل کے جو ثابت ہو۔

متقدمین علماء جو امام اعظم کے ہم عصر رہے اور انہوں نے جرح وقدح کیا ان کے قول کی ایک طرح سے تاویل کی جاسکتی تھی، اور ان کے علم وفضل کے پیش نظر ان کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے ہم نے اس تاویل کو بیان کر دیا ہے، لیکن اب اس طرح کے جرح وطعن کی تردید اور تغلیط اس کثرت سے کی جاچکی ہے۔ جس سے ہر کس وناکس کو معلوم ہو گیا کہ یہ باتیں خلاف واقع اور غلط ہیں پھر امام اعظم کے بعد ان کی امامت ان کے مجتہد مطلق ہونے پر امت کا اجماع اور اتفاق ہو چکا ہے اور وہ اجماع تواتر سے ثابت ہو چکا ہے اس کے بعد بھی اگر کوئی ان حضرات کی شان میں جرح وقدح اور طعن وتشنیع کرتا ہے اور ان غلط باتوں کو ان کی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کے ساتھ حسن ظن کی اور اس کے قول کے تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور اس کا یہ قول وعمل اتباع ہوئی پر مبنی ہوگا اور ایسا شخص "لعن آخر الامۃ اولھا " کا مصداق ہوگا۔

# پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کی غنیۃ الطالبین

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں امت محمدیہ کے تہتر فرقوں میں منقسم ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان تہتر فرقوں میں دس فرقے بنیادی ہیں۔ پھر ان بنیادی فرقوں میں مرجئہ کے تذکرہ میں تحریر کیا کہ یہ بارہ فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اس میں سے ایک حنفیہ ہے۔

"وأما الحنفية فهم أصحاب أبي حنيفة نعمان بن ثابت زعموا أن الإيمان هو المعرفة والإقرار بالله ورسوله وبما جاء من عنده جملةً على ما ذكره "البرهوتي" في "كتاب الشجرة"

اس عبارت میں امام اعظم کو مرجی نہیں کہا گیا ہے اور بلکہ اسی غنیۃ الطالبین میں متعدد جگہ امام ابوحنیفہ کو لفظ امام سے ذکر کیا ہے اور ائمہ کے مذاہب بیان کرتے ہوئے امام اعظم کے مذہب کو بھی نقل کیا ہے۔ مثلاً فجر کا وقت بیان کرتے ہوئے کہا۔

"قال الإمام ابو حنيفة الإسفار أفضل"

دوسری جگہ تارک نماز کا حکم ذکر کرتے ہوئے کہا:

"وقال الإمام ابو حنيفة لا يقتل ولكن يحبس حتى يصلي ويتوب أو يموت في الحبس"

حنفی تو اس کو کہا جاتا ہے جو فروعی مسائل میں امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتا ہو، عقائد کے باب میں ان کے موافق ہو یا نہ ہو، بہت سے لوگ فروعی مسائل میں حنفی ہیں مگر عقائد کے اعتبار سے معتزلی ہیں جیسے "جار اللہ زمخشری مصنف کشاف یا جیسے "القنیہ" کا مصنف "الحاوی" کا مصنف "المجتبی" کا مصنف اسی طرح عبدالجبار ابو ہاشم جبائی وغیرہ یہ سب حنفی کے ساتھ معتزلی ہیں اسی طرح کچھ ایسے بھی حنفی ہو سکتے ہیں جو مرجی ہوں جس کا تذکرہ شیخ عبدالقادر نے کیا اس کا امام ابوحنیفہ سے کوئی تعلق نہیں "لا تزر وازرة وزر أخرى" الملل النحل پر کتابیں لکھنے والوں نے مرجیہ کے فرقوں میں غسانیہ کا

تذکرہ کیا ہے ان لوگوں نے حنفیہ کا ذکر نہیں کیا ہے اور "کتاب الشجرہ" نامی کتاب آج کہیں دستیاب نہیں ہے اسی طرح اس کا مصنف برہوتی ایک نامعلوم شخصیت ہے مگر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد تحقیق و تفتیش نہیں ہے بلکہ جو کچھ ان فرقوں کے بارے میں لکھا اور کہا گیا ہے اس کو محض جمع کر دینا ہے۔ اس لئے اس بات کی قطعاً کوئی حاجت و ضرورت نہیں ہے کہ تاریخ سے ثابت کیا جائے کہ ایسے احناف کون کون ہیں جو ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے جس طرح یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ بہت سے احناف ایسے تھے جو معتزلی تھے بلکہ یہ بے معنی بات ہے اس لئے کہ شیخ کا یہ مقصد ہی نہیں ہے اور اسکے پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ فرقہ "غسانیہ" اپنا باطل مذہب ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرتا تھا اور اپنے کو حنفی کہتا تھا اس لئے ہوسکتا ہے اس سے وہی غسانی فرقہ مراد ہو۔

**( واللہ اعلم بالصواب )**

طباعت شیر دانی آرٹ پرنٹرز دہلی۔۶ فون: 2943292